www.abdulhaq.info/articles/chris

Paigham Sulh, 28 April 1926

مراسلات

بدوملہی میں تصادم حق و باطل

ہمارے اکثر احباب اس امر سے آگاہ ہونگے کہ بدوملہی میں عرصہ سے عیسائی مشن قائم ہے۔ قریب و جوار کے دیہات عیسائی مبلغین کی تبلیغی جدوجہد کا جولانگاہ بنے ہوئے ہیں۔ اعلیٰ طبقہ میں سے تو شاذ و نادر ہی لیکن ادنیٰ طبقہ میں سے بعض افراد جن میں غالب عنصر خاکروبوں کا ہے ان مسیحی مبلغین کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ عیسائیت یا اسلام کی صداقت کا فیصلہ تو اسی ایک امر سے ہو جاتا ہے کہ ممالک غربیہ میں نہ صرف اعلےٰ طبقہ کے لوگ بلکہ بڑے بڑے علما اور فضلا شیدائے صداقت ہو کر حلقہ بگوش اسلام بن رہے ہیں اور یہاں محض ادنیٰ طبقہ کے بے علم لوگ جنہیں حق و باطل میں تمیز کرنے کی عقل بھی نہیں داخل مسیحیت ہوتے ہیں۔ مسٹر کلیمنٹ یہاں کے مشن کا ہیڈ ہے جو امریکن چرچ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مشن کے ماتحت ایک پرائمری مدرسہ بھی جاری ہے۔ غرضکہ اشاعت عیسائیت کے لئے ہر ممکن طریقہ سے کوشش کی جاتی ہے۔ چوٹی کے عیسائی مبلغین بھی وقتاً فوقتاً یہاں بلائے جاتے ہیں جو حق تبلیغ ادا کرتے ہیں۔ گذشتہ ماہ مارچ کے نصف میں مشن کی طرف سے بہت طول طویل اشتہارات شائع کئے گئے کہ پادری ایس۔ ایم پال خاں افغان تشریف لا رہے ہیں۔ ان اشتہارات میں آریوں اور احمدیوں کو چیلنج دیا گیا تھا۔ اس چیلنج کے اصل مخاطب تو ہمارے قادیانی بھائی تھے کیونکہ موضوع مناظرہ حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت یا جناب مسیح علیہ السلام پر آپ کی فضیلت قرار دیا گیا تھا۔ لیکن ہمارے قادیانی احباب میں سے کوئی مقابل پر نہ آیا۔ اغلباً یہاں کی جماعت قادیانی نے کسی مبلغ کو اس امر کے لئے دعوت نہیں دی ہوگی۔ پال کا اپنا بیان ہے کہ قادیانی احباب نے جواب دیا ہے کہ وہ ان مسائل پر گفتگو کرنا نہیں چاہتے۔ اگر مسٹر موصوف کا بیان درست ہے تو مقام تعجب ہے کہ ایسے ضروری مسائل پر گفتگو کیوں پسند نہ کی گئی۔ کیا نبوت مسیح موعودؑ کے سے مسائل ایسے ہی غیر ضروری تھے ہاں اگر پال کا بیان درست نہیں تو یہ امر دیگر ہے۔ پال ایک افغان ہے جو مسلمان ہونے کی حالت میں مدرسہ الٰہیات کانپور کا مدرس تھا۔ خدا جانے کیا واقعات پیش آئے کہ دین حنفیت کو خیرباد کہہ کے مسیحی بھیڑوں میں شامل ہو گیا۔ وہ علم عربی اور کسی قدر فلسفہ سے واقف معلوم ہوتا ہے۔ عیسائیوں کو پال کی ذات پر بڑا فخر ہے۔ وہ اسے ایک عالم متبحر اور زبردست مناظر سمجھتے ہیں۔ بنابریں ہماری جماعت نے ضروری سمجھا کہ لاہور سے کسی عالم کو یہاں آنے کی تکلیف دی جائے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے حضرت مولانا عبدالحق صاحب کو تجویز فرمایا۔ پہلے دو دن تک تو مسٹر پال آریوں سے اُلجھے رہے۔ کوئی صاحب گنگا رام آریوں کے نمائندہ تھے۔ سارا وقت منطقی پیچیدگیوں میں صرف ہو گیا جس سے حاضرین بغیر کسی استفادہ کے گھروں کو لوٹ گئے۔ تیسرے دن حضرت مولوی صاحب موصوف تشریف فرمائے بدوملہی ہوئے گرد و جوار کے سب عیسائی مشنری جن میں یورپین بھی تھے موجود تھے۔ بدوملہی کے علاوہ دیہات سے مسلمان اور ہندو اصحاب بھی جمع تھے۔ پال نے مسئلہ نجات پر مناظرہ پسند کیا۔ درحقیقت یہ ایک عظیم الشان مناظرہ تھا۔ ایک طرف عیسائیوں کا مائہ ناز مناظر پال اور دوسری طرف ہمارے سلسلہ کے فاضل سنسکرت مولانا عبدالحق صاحب تھے۔ لوگوں کا اشتیاق حد سے بڑھا ہوا تھا۔ پال حضرت مولانا موصوف کی قابلیت سے خوب آگاہ تھا۔ اور وہ خوب جانتا تھا کہ احمدی مناظر سے عہدہ برآ ہونا آسان نہیں۔ آریوں سے تو جس طرح ہو سکا نپٹا لیکن مولانا عبدالحق کی گرفت سے بچنا کوئی آسان بات نہ تھی۔ قصہ کوتاہ مسٹر پال نے تقریر شروع کی اور بزعم خود مدار نجات محض مسیحیت کو قرار دیا۔ اس کی تقریر کا ملخص حسب ذیل ہے:۔

تقریر پادری صاحب

(۱) پادری صاحب نے سب سے پہلے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ انسان گناہ سے نجات نہیں پا سکتا جب تک کوئی شخص دنیا کو چھوڑ کر علیحدہ نہ ہو جائے وہ گناہ سے نہیں بچ سکتا مگر دنیا سے علیحدہ ہونا ممکن ہی پس گناہ سے بچنا ناممکن ہوا اور جب گنہگار رہا تو نجات ناممکن ہو گئی۔

(۲) بڑے بڑے لوگوں نے اقرار کیا ہے کہ ہم گناہ گار ہیں مثلاً امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابوبکرؓ شیخ عبدالقادر جیلانی اپنے گناہوں کے اقراری تھے اور اس کے متعلق کچھ ان کے ملفوظات بھی پادری صاحب نے ثبوت کیلئے پڑھکر سنائے اور حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق یہ حوالہ کرامات الصادقین سے پیش کیا کہ وہ خود فرماتے ہیں" لیکن افسوس بٹالوی صاحب نے یہ نہ سمجھا کہ نہ مجھے اور نہ کسی انسان کو بعد انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کا دعویٰ ہے"۔ پس گناہ سے بالکل معصوم ہونا ناممکن اور محال ہے اس لئے اعمال سے نجات نہیں ہو سکتی بلکہ دنیا میں ایک ایسا فرد کامل ہونا چاہیئے جو نجات دلا سکے اور وہ گناہ سے بالکل پاک انسان ہونا چاہیئے وہ فرد کامل مسیح ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہود جو اس کے جانی دشمن تھے انہوں نے بھی مسیح کے پاک ہونے کی شہادت دی ہے کہ جب مسیح نے ان کو کہا کہ تم میں سے کون ہے جو مجھ پر گناہ ثابت کر سکے تو وہ سب چپکے چپکے وہاں سے کھسک گئے اور کوئی گناہ نہ بتلا سکے پس معلوم ہوا کہ وہ دعوےٰ میں سچا تھا۔

مولانا عبدالحق صاحب کا فاضلانہ جواب

(۱) قلنا اھبطوا منھا جمیعا فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون پڑھکر آپ نے بیان کیا کہ پادری صاحب نے نجات کی تعریف نہیں بتلائی اصل بات یہ ہے کہ عیسائی مذہب میں نجات کا مفہوم صرف گناہ سے بچ جانا ہے مگر اسلام اس سے بڑھکر نجات کا مفہوم پیش کرتا ہے محض گناہ سے بچ جانا ہی فی الحقیقت نجات نہیں۔ بلکہ قرآن شریف فرماتا ہے کہ اے نسل آدم جب کبھی تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے پھر جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے پس اُس کے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ حُزن خوف دشمن سے ہوتا ہے اور حزن کہتے ہیں اس مایوسی کو اور غم کو جو مرادات اور لذات کے نہ ملنے سے پیدا ہو پس جس طرح ہر ایک چیز کے نشو و نما کے لئے دفع مضرت اور جلب منفعت کی قوت اس کے اندر ہونا ضروری ہے اسی طرح نجات صرف گناہ یا دفع مضرت کا نام نہیں بلکہ اس کے علاوہ روح کی ترقی کے لئے جن روحانی غذاؤں کی ضرورت ہے ان کا ملنا پہلی قوت سے زیادہ ضروری ہے پہلی قوت دفع مضرت کی اگر کسیقدر کمزور بھی ہو تو نشو و نما یا تعمیری قوت کے زبردست ہونے کی وجہ سے درخت ترقی کر سکتا اور پھل لگ سکتا ہے۔

(۲) دوسری بات جو اس آیت میں بتائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ نجات کا ذریعہ ہدایت اور قانون کی پیروی ہے محض کسی شخص کا مان لینا یا اس کی زندگی کے کسی واقعہ پر ایمان لے آنا یا اپنے گناہوں کے بدلہ میں کسی دوسرے شخص کے سزا اُٹھا لینے پر یقین کر لینا کسی شخص کو نجات نہیں دلا سکتا جس طرح سے ہر درخت نہیں بلکہ دنیا کی ہر ایک چیز قانون فطرت پر چل کر ہی اپنے کمال کو حاصل کرتی ہے اسی طرح نیچر کی سب سے اعلےٰ کاریگری (روح) بھی قانون پر چلکر ہی اپنے کمال کو حاصل کر سکتی ہے کسی دوسرے شخص کے ہماری سزا اُٹھا لینے پر عقیدہ رکھنے سے تو اُلٹا انسان کی اپنی ذمہ داری کا احساس کمزور ہو جاتا ہے۔

(۳) یہ کہنا کہ انسان گناہ سے نہیں بچ سکتا مشاہدہ کے خلاف ہے کیا ہم ہر روز بیسیوں گناہوں سے نہیں بچتے کیا جب کبھی ہمارے سامنے گناہ آتا ہے ہم اس میں پڑ جاتے ہیں یا اکثر بچتے ہیں اور کبھی کبھی گر بھی جاتے ہیں کیا ہم سب شرابی ہیں کیا ہم سب چور ہیں کیا ہم سب زانی ہیں۔ گناہ ایک مفظی کلی ہے کہ جس کا خارج میں کوئی وجود نہیں یہ جب پایا جائے گا اپنے افراد میں پایا جائے گا اس کے افراد یہی زنا چوری اور شراب وغیرہ ہیں پس ان گناہوں میں سے کون سا گناہ ہے کہ جس سے انسان نہیں بچ سکتا۔

(۴) باقی رہا اولیاء اللہ کا اقرار گناہ کرنا ہمارے خیال میں یہ ان کے گنہگار ہونے کی دلیل نہیں بلکہ ان کے اندر گناہ سے حد درجے کی نفرت کی دلیل ہے کہ وہ جن معمولی فروگذاشتوں کو اپنے گناہ عظیم سمجھکر معافی مانگتے ہیں وہ حقیقتاً کوئی گناہ نہیں ہوتے یہ صرف ان کے نفس میں حد درجہ کے احساس گناہ کا ثبوت ہے۔

(۵) یہ کہنا کہ مسیح کے سوا کوئی بے گناہ نہیں قطعاً غلط ہے اور گناہ کو استقرار تام سے انسان کے اندر ثابت کرنا اس سے غلط تر ہے استقرار تام میں استثناء نہیں ہوتی اگر ہم اس کا استثنا و ثابت کر دیں تو آپ کا اصول ٹوٹ جائیگا اور یہ بھی غلط ثابت ہو جائیگا کہ مسیح کے سوا کوئی بے گناہ نہیں لوقا کی انجیل کے شروع میں لکھا ہے کہ زکریا اور اس کی بیوی دونوں بے عیب خدا کے قانونوں پر چلنے والے تھے۔ پس جب دو بے عیب خدا کے حکموں پر چلنے والے ہو سکتے ہیں تو اور بھی ہو سکتے ہیں لہٰذا یہ غلط ہے کہ گناہ استقرار تام سے انسان میں ثابت ہے اور صرف مسیح ہی بے گناہ نہیں بلکہ اور بھی بہت سے لوگ ہیں اور وہ انبیاء کرام ہیں۔

(۶) آپ کا یہ کہنا کہ مسیح اسلئے بے گناہ ہے کہ دشمن اس کا گناہ نہیں بتلا سکے یہ بھی غلط ہے اگر وہ مسیح کو بے گناہ سمجھتے تو جناب مسیح کو صلیب کا منہ کیوں دیکھنا پڑتا۔ یہود نے جب آپ کو صلیب دیا تو ان کے جرم جلی قلم میں لکھکر ان کے سر پر ٹانک دیئے انہوں نے تین جرم مسیح پر ثابت کئے اول یہ کہ وہ خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یہودی شریعت کی رُو سے یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ ایک شخص انسان ہو کر خدا ہونے کا دعوےٰ کرے ان کے ہاں ایسے مفتری کی سزا صلیب ہے۔ دوسرا جرم یہ تھا کہ یہ ہیکل کی کہ جو ان کے نزدیک بیت اللہ تھا بے عزتی کرتا ہے چنانچہ مسیح نے کئی دفعہ ہیکل کا ذکر نہایت حقارت کے ساتھ کر کے اپنے آپ کو اس سے بڑا ٹھہرایا۔ تیسرا جرم یہ تھا کہ یہ یہودیوں کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ بغاوت ہے اور باغی کی سزا قتل ہے۔ پس یہ کہنا کہ وہ اس کو بے گناہ سمجھتے تھے بالکل غلط ہے اور انجیل کی بنا پر مسیح بے گناہ ثابت نہیں ہوتا۔

پادری صاحب کی تقریر

میرے عقلی معیاروں پر آپ نے کچھ نہیں کہا۔ نجات کی تعریف انجیل میں ہے کہ وہ زندگی پائیں اور بکثرت پائیں۔ آپ خوف اور حزن کا نہ ہونا نجات بتلاتے ہیں حالانکہ آپ کا ایمان ہی بین الخوف والرجا ہے۔ بے گناہ کون ہے اس کو پیش کرو۔ چونکہ اولیاء آپ کے قول کے موجب عجز اور انکساری کرتے تھے اس لئے گنہگار تھے خواہ چھوٹا گناہ کرتے تھے یا بڑا گناہ کو اپنے کلی ٹھہرایا ہے مگر یہ بتلاؤ کلی کتنی قسم کی ہوتی ہے گناہ کس قسم کی کلی ہے یہ اس کلی کی عین ماہیت ہے یا جزو ماہیت خدا کلی ہے یا جزئی۔ ہر ایک جزای گناہ ہے۔

فرد اکمل صرف مسیح ہی ہے اور کوئی نہیں نہ کہ بحیثیت انسان وہ کامل ہی۔

حضرت مولانا کا جواب

عقلی معیار قائم کر کے جو نتیجہ آپ نے نکالا تھا کہ انسان گناہ سے نہیں بچ سکتا اس کی تردید میں نے کر دی کہ انسان گناہ سے بچ سکتا ہے۔ بلکہ بچا کر بچے ہوؤں کو دکھا کر اس کی قطعی تردید کر دی۔ بے گناہوں کو انجیل میں سے دکھا دیا۔ اولیاء اللہ کے متعلق میں نے جواب دیدیا تھا کہ وہ اقرار ان کا ان پر گناہ کو ثابت نہیں کرتا بلکہ ان کی گناہ سے حد درجہ کی بڑھی ہوئی نفرت کو ثابت کرتا ہے اس کے علاوہ اپنے آپ کو پاک ٹھہرانا یہ بجائے خود گناہ ہے[1] اسی لئے قرآن شریف میں فلا تزکوا انفسکم آیا ہے کلی کتنی قسم کی ہے خدا کلی ہے یا جزئی ہے یہ سب خلاف مضمون باتیں ہیں مضمون خدا کی ہستی پر بحث نہیں بلکہ نجات پر ہے۔

آپ کا یہ کہنا کہ وہ بحیثیت انسان کامل ہے اس لئے غلط ہے کہ ایوب کی کتاب میں ہے جو عورت سے پیدا ہوا ہو وہ کب پاک ٹھہرے پس مسیح عورت سے پیدا ہوا وہ بے گناہ نہیں لہٰذا فرد اکمل بھی نہیں۔

پادری صاحب کا جواب

انسان گنہگار ہے یہ تو قرآن سے ثابت ہے ان الانسان لفی خسر۔ انسان خسارے میں پڑا ہوا ہے۔ اعمال سے نجات نہیں ہو سکتی کیونکہ قرآن شریف میں ہے وان منکم الا واردھا ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیھا جثیا۔ سب جہنم میں داخل ہونگے پھر جنتیوں کو نکال دیا جائیگا فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ جو شخص ذرہ بھر بدی کرے گا اس کی سزا پائے گا اور جو شخص ذرہ بھر نیکی کریگا اس کی جزا دیکھ لیگا۔ رہا یہود کا مسیح کو گنہگار ٹھہرانا اس سے مسیح گنہگار نہیں ثابت ہو سکتا کیا مرزا صاحب پر مولویوں نے کفر کا فتویٰ نہیں لگایا کیا انہوں نے خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا انت منی بمنزلۃ ولدی انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی اس کے بعد پادری صاحب نے دو تین احادیث پیش کیں لا یدخل احدا منکم عملہ الجنۃ ولا یجیرہ من النار ولا انا الا برحمۃ اللہ اور لم ینجی احدا منکم عملہ قالوا ولا انت یا رسول اللہ قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ منہ برحمۃ وغیرہ۔

حضرت مولانا صاحب کا جواب

ان الانسان لفی خسر۔ سے انسان کا گنہگار ہونا ثابت نہیں ہوتا اس سے زمانہ عمر اور وقت کے لحاظ سے انسان کو خسارہ میں بتلایا گیا ہے کہ اس کا وقت گذرتا جا رہا ہے مگر اس وقت کی دولت میں وہ لوگ خسارہ میں نہیں کہ جو نیک اعمال کر کے وقت کی قیمت وصول کر لیتے ہیں فمن یعمل مثقال ذرۃ الخ سے بھی اعمال کے نتائج بھگتنے کے لئے جہنم میں جانا ضروری نہیں بدی اور نیکی کا نتیجہ جنت میں بھی دیکھ سکتا ہے جنت میں بھی لوگوں کے درجات ہونگے جنکی نیکیاں زیادہ ہیں وہ بلند درجات پر اور جنکی کچھ بدیاں بھی ہونگی وہ نچلے درجوں میں ہونگے۔ وان منکم الا واردھا الخ سے کل لوگوں کا جہنم میں جانا ثابت نہیں ہوتا۔ جو لوگ گنہگار ہیں وہ اس پر وارد ہونگے وارد کے معنی گھاٹ یا کنارہ پر آنے کے ہیں داخل ہونا ضروری نہیں پھر جو لوگ خدا کی

---

[1] چنانچہ مسیح بھی کہتا ہے کہ تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے نیک تو ایک ہی ہے یعنی خدا۔

www.abdulhaq.info/articles/chris

رحمت سے بچنے کے قابل ہونگے ان کو نجات اللہ تعالےٰ کی رحمت سے ملجائیگی باقی ظالم اسی میں گھٹنوں کے بل گریں گے۔ اس آیت میں اوپر سے شریروں کا ذکر چلا آتا ہے انہی سے خطاب ہے۔

مرزا صاحب کو موذی کا کافر ٹھہرانا یہ آپ نے کس بات کے جواب میں کہا وہاں تو آپ نے معیار یہ مقرر کیا تھا کہ چونکہ مسیح کے دشمن شہادت دیتے ہیں کہ وہ بے گناہ تھے اس لئے وہ بے گناہ ہیں اس لئے میں نے اسی معیار سے یہودیوں کی شہادت سے ان کے جرائم ثابت کر دیئے۔

مرزا صاحب کے الہام انت منی بمنزلۃ ولدی میں ہرگز خدا کے بیٹا ہونے کا دعویٰ نہیں بلکہ اس کا مطلب صاف ہے کہ جس طرح بیٹا اپنے باپ کے ساتھ کسی دوسرے شخص کا اپنی پیدائش میں شریک ہونا ہرگز پسند نہیں کرتا اسی طرح اولیاء اللہ بھی خدا کی توحید کے لئے غیرت رکھا کرتے ہیں کہ وہ اپنے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔

احادیث جن سے آپ نے اعمال سے نجات نہ ملنے کا استدلال کیا ہے ان کا مطلب آپ نے نہیں سمجھا احادیث کا منشاء صرف یہ ہے کہ ہمارے اعمال ہمارے خدا نہیں کہ وہ ہمیں کھینچ کر جنت یا دوزخ میں لیجائیں بلکہ ہمارا اللہ ہمارا معبود ہے کہ جسکی رحمت سے ہم جنت میں جائینگے اسی لئے ان احادیث میں آخر پر الا برحمتہ اللہ اور برحمتہ وغیرہ الفاظ نظر آتے ہیں۔

حضرت مولانا کے دندان شکن جوابات سنکر مسٹر پال دم بخود تھے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن دل ہی دل میں سوچ رہے تھے کہ کیوں اس ناگوار بحث کو چھیڑ دیا۔ لاجواب ہو کر پھر انہی باتوں کا اعادہ شروع کر دیا جن کے جوابات وہ سن چکے تھے۔ کبھی کہتے کہ حضرت مسیح پر یہودیوں کے الزامات سے حضرت مسیح کی شان پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا۔ کیا مرزا صاحب پر جو فتویٰ کفر مولویوں نے لگایا ہے اس سے مرزا صاحب کافر ٹھہر سکتے ہیں حالانکہ اس کا جواب مل چکا تھا اور اصلی بحث سے اس کا کچھ تعلق نہیں تھا کیونکہ حضرت مولانا کا یہودیوں کے الزامات کو بیان کرنا جو انہوں نے حضرت مسیح پر لگائے پادری صاحب کے اس معیار کو توڑنا تھا کہ جو انہوں نے کہا تھا کہ یہودی بھی حضرت مسیح کے بے عیب ہونے کے شاہد ہیں پھر کبھی پادری صاحب یہ بیان فرماتے کہ حضرت رسول کریم صلعم کی وفات پر تمام صحابہ باستثنائے چند ایک کے مرتد ہو گئے۔ اس سے بھی بزعم خود پادری صاحب یہ استدلال کر رہے تھے کہ انسان گناہ سے بچ نہیں سکتا حالانکہ یہ امر ہے کہ چند ایک صحابہ مرتد نہیں ہوئے تھے خود ان کے دعویٰ کی تغلیط و تردید کر رہا تھا۔ لیکن وارفتگی کا بھی کچھ عالم تھا۔ پادری صاحب کو اتنا بھی خیال نہ رہا کہ وہ آپ ہی اپنی زبان سے اپنے دعوے کی تردید کر رہے ہیں۔ کبھی فرماتے کہ ہم گناہ کو فطرتاً نہیں مانتے بلکہ موروثی مانتے ہیں۔ اور اہل اسلام کا بھی یہی مذہب ہے۔

بار بار کے مطالبات کے باوجود پادری صاحب سے اسکا جواب نہ ہی آیا کہ زکریا اور اس کی بی بی دونوں بے عیب تھے۔ اور خدا کے قانون پر چلنے والے تھے۔ بار بار کے مطالبات پر پادری صاحب نے اس امر کا کچھ جواب نہ دیا کہ جو عورت سے پیدا ہُوا ہو وہ کب پاک ٹھہرے یعنی خود ہم بھی گنہگار ٹھہرتے ہیں سمجھدار طبقہ خوب پہچان چکا تھا کہ پادری صاحب لاجواب ہو گئے۔ حضرت مولانا صاحب نے بالآخر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ پادری صاحب کا دل صداقت اسلام کا معترف ہے لیکن دنیوی پیچیدگیوں میں گرفتار ہیں کہ زبان سے اقرار نہیں کر سکتے۔ اس پر پادری صاحب کو بہت طیش آیا اور ذاتیات پر اتر آئے کہ تم انجمن کے وظیفہ خوار ہو وہاں سے ٹکے لیتے ہو۔ میں تو ایثار کر کے جہاں دو دو روپیہ کا خرچ کرتا ہوں ایک روپیہ مشن سے لیتا ہوں۔ یہ ہے وہ ہے اس پر حضرت مولانا نے کچھ کہنا چاہا اور اپنے چند الفاظ ہی فرمائے تھے جس سے جناب پال کی ساری قلعی کھلتی تھی کہ عیسائیوں نے جلسہ برخاست کر دیا اور آگے سے اپنے فعل سے اپنی ہار مان لی۔

(محمد مرتضیٰ خاں از بدوملہی)